ماہنامہ

اِنذار

نومبر 2017ء

مدیر
ابویحییٰ

سوال پوچھنا اور بات سمجھنے کی کوشش کرنا
علم کا راستہ ہے جبکہ
کسی کی بات سمجھے بغیر اعتراض کرنا
تعصب اور جہالت کا راستہ ہے

www.inzaar.org

ماہنامہ

اِنذار

نومبر 2017ء صفر/ربیع الاول 1439ھ

جلد 5 شمارہ 11

ابویحییٰ کے قلم سے

مدیر:
ابویحییٰ ریحان احمد یوسفی

معاون مدیر:
عابد علی، سحر شاہ

معاونین:
بنت فاطمہ، محمود مرزا

فی شمارہ ــــ 25 روپے
سالانہ: کراچی (بذریعہ کوریئر) 500 روپے
بیرون کراچی (نارمل پوسٹ) 400 روپے
(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ)
بیرون ملک 2500 روپے
(زرتعاون بذریعہ پوسٹل بیئرر آرڈر یا ڈرافٹ)
نارتھ امریکہ: فی شمارہ 2 ڈالر
سالانہ 24 ڈالر

P.O Box-7285, Karachi.
فون: 0332-3051201, 0345-8206011
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.org

وہ سانحات جن سے بچا جا سکتا ہے

پچھلے دنوں کراچی میں ہاکس بے کے ساحل پر ایک ہی خاندان کے بارہ افراد کے ڈوب جانے کا اندوہناک سانحہ پیش آیا۔اس موقع پر موجود کسی شخص نے ڈوبتے ہوئے لوگوں کی وڈیو بنا کر فیس بک پر ڈال دی۔ڈوبنے والوں کی بے بسی اوران کے گھر والوں کی چیخ و پکار کا منظر اتنا اندوہناک تھا کہ دل درد سے بھر گیا۔

یہ سانحہ جتنا اندوہناک ہے اس سے کہیں زیادہ اندوہناک یہ حقیقت ہے کہ یہ اس نوعیت کا نہ کوئی پہلا سانحہ ہے اور نہ آخری ہوگا۔اس طرح کے سانحات کی بنیادی وجہ تو حکومت اور عوام دونوں کی غفلت ہے۔مگر سر دست اس موضوع کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہم ایک بالکل سادہ چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جسے ملحوظ رکھا جائے تو ایسے سانحات پیش نہیں آئیں گے۔

عام طور پر جب ایک شخص ڈوبتا ہے تو لازماً خاندان کا کوئی دوسرا شخص بچانے جاتا ہے۔ایسے میں لوگ اگر اپنے ساتھ بیس تیس میٹر طویل ایک رسی لے کر جائیں تو یہ بچانے والا کبھی نہیں ڈوب سکتا۔اس کے لیے بچانے والا اپنی کمر کے گرد رسی باندھ کر سمندر میں جائے۔اس رسی کا دوسرا سرا ساحل پر کھڑے لوگوں کے پاس ہو تو ڈوبنے والا بچے نہ بچے، یہ دوسرا آدمی کبھی نہیں ڈوبے گا۔کیونکہ اگر پانی کے سامنے اس کی مزاحمت ختم ہوئی تو ساحل پر کھڑے لوگ اسے رسی کی مدد سے فوراً واپس کھینچ لیں گے۔ بلکہ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ یہ شخص پہلے ڈوبنے والے شخص کو بھی بچا لے گا۔

یہ سادہ سی بات اگر تعلیمی نصاب میں شامل کر دی جائے تو رفتہ رفتہ یہ چیز لوگوں کی عادت میں شامل ہو جائے گی۔جس کے بعد اس درجہ سنگین واقعات یقیناً پیش نہیں آئیں گے۔ایک چھوٹی سی چیز کئی خاندانوں کو اجڑنے سے بچا لے گی۔

کمزور انسان اور بے عیب خدا

مجھ سے بہت سی خواتین یہ سوال کرتی ہیں کہ خدا نے ہمیں مردوں سے کمتر کیوں بنایا ہے؟ اسی طرح جو لوگ مالی اعتبار سے کمتر ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ کیوں خدا نے ان کو غریب بنایا ہے؟ اس طرح کے سوالات کے دو پہلو ہیں۔ ایک خدا کی اسکیم کے حوالے سے جس میں واقعی کچھ لوگ مالی، جسمانی یا سماجی اعتبار سے دوسروں سے کمتر ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسرا پہلو انسانی لحاظ سے جہاں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ برا معاملہ کیا جاتا ہے۔

خدائی اسکیم کے پہلو سے دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ خدا سراپا خیر ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس میں خیر ہی ہوتا ہے۔ اس میں اگر کوئی شخص کسی پہلو سے کچھ بظاہر کم تر محسوس ہوتا ہے تو یہ درحقیقت خدائی اسکیم کی کمزوری نہیں ہوتی۔ یہ انسانوں کے زاویہ نظر اور طرز عمل کی خرابی ہوتی ہے جس کے بعد سماج میں کچھ لوگ کمتر یا کمزور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو برا ہوتا ہے وہ انسانی رویہ ہوتا ہے نہ کہ خدا کی اسکیم کی کوئی خرابی۔

خدا کی اسکیم میں دنیا کے ساتھ آخرت بھی شامل ہے۔ دنیا عطا کی نہیں، امتحان کی جگہ ہے۔ جب یہاں کسی کو کسی پہلو سے زیادہ دیا جاتا ہے تو لازماً اس کی جواب دہی زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر یہ جواب دہی دنیا میں نہیں، آخرت میں کی جائے گی۔ کسی کو اس جواب دہی کی سنگینی کا معمولی اندازہ بھی ہو جائے تو اس کی طاقت، اس کی برتری اور اس کی دولت اس کے لیے ایک بہت بڑا بوجھ بن جائے گی۔ ایسا انسان خدا کی گرفت میں آنے کے بجائے کمتر اور غریب ہونا پسند کرے گا۔

مگر اکثر لوگوں کی نگاہ سے آخرت کی جوابدہی کا یہ پہلو اوجھل رہتا ہے۔ چنانچہ جن کو نہیں ملتا وہ ساری زندگی شکایت اور جن کو مل جاتا ہے وہ غفلت کا شکار رہتے ہیں۔ یوں دونوں ہی اپنے

اپنے امتحان میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب قیامت کے دن تمام دولت مندوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے مال کہاں سے اور کیسے کمایا؟ ہر مال والے کو حلال وحرام کا پورا حساب کتاب دینا ہوگا۔ وہ اپنے سارے سرمائے کو عین حلال ثابت کر بھی دے تب بھی اس کی جان نہیں چھوٹے گی۔ فوراً اگلا سوال کر دیا جائے گا کہ یہ مال کہاں اور کس طرح خرچ کیا۔ اسراف اور فضول خرچی تو نہیں کی تھی؟ نمود ونمائش اور دکھاوا تو نہیں کیا تھا؟ بخل اور کنز (یعنی مال جمع کرنے) کے جذبے سے مال پر سانپ بن کر تو نہیں بیٹھے رہے تھے۔ مال کو حرام کے کھانے پینے، عیاشی و بدکاری، ظلم و ناانصافی میں خرچ تو نہیں کیا تھا؟ اچھا، جو مال پر دوسروں کا حق تھا اس کو ادا کیا تھا؟ والدین، رشتہ دار، مسافر، پڑوسی، ماتحت وملازم، یتیم ومسکین، مانگنے والے اور غریب و بے سہارا لوگوں کے حقوق ادا کیے تھے؟

چلو یہ سب کچھ کر لیا تو یہ بتاؤ کہ انفاق کرتے وقت اللہ کی رضا کا جذبہ پیش نظر تھا یا لوگوں کی داد و تحسین سننا چاہتے تھے؟ جو خرچ کیا اس کے ساتھ کسی پر احسان تو نہیں جتلایا؟ ایذا تو نہیں دی؟ ان سب سے بھی اگر آدمی نکل گیا تو آخری بات یہ پوچھی جائے گی کہ جو خود پر خرچ کیا، اس کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ سب اسی کی عطا تھا اور جو دوسروں کو دیا تو انھیں دیتے وقت اسے رب کی عطا سمجھ کر دیا یا اپنی کمائی سمجھ کر اور خود کر بڑا سمجھ کر دیا؟

آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈھائی فی صد زکوٰۃ کا سوال پوچھ کر انسان کو فارغ کر دیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ مال پر کیا جانے والا پہلا سوال ہے۔ اس کے بعد یہ ڈھیر سارے سوال ہیں جن کا درست جواب دینے والے لوگ اس دنیا میں شاذ ہی پائے جاتے

ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں آنے سے قبل لوگوں کو اللہ کی پوری اسکیم سمجھا دی گئی تھی۔ یہ سوالات بھی لوگوں کو معلوم تھے۔ یہی سبب ہے کہ بیشتر لوگوں نے عقلمندی کا مظاہرہ کر کے اپنے لیے امارت کے بجائے غربت کا پرچہ امتحان چن لیا تھا۔

لوگوں کو معلوم تھا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں غریب رہنا بہت آسان ہے۔ مگر وہ زندگی جس کا پہلا دن ہی ہزاروں برس پر محیط ہوگا، وہاں کائنات کے بادشاہ کے سامنے اتنے سارے سوالات کا جواب درست دینا ایک ناممکن سا کام ہے۔ اس لیے لوگوں نے غربت کا پرچہ امتحان چنا جو دراصل بہت آسان امتحان ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کو آخرت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔

یہی معاملہ خواتین یا دیگر کمزور طبقات کا ہے۔ مردوں کو اگر بحیثیت شوہر گھر میں اختیار دیا گیا ہے اور حکمرانوں کو سماج میں اقتدار دیا جاتا ہے تو ان کے لیے سولات کی ایک لمبی فہرست اللہ کے ہاں تیار ہوتی ہے۔ ان سوالات کا جواب دینا اتنا آسان نہیں ہے جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔

مگر بدقسمتی سے ہم میں سے ہر شخص آخرت کو بھول کر جیتا ہے۔ اس کے بعد ہم زیادہ عافیت میں ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے سے باز نہیں آتے۔ ہم صبر نہیں کرتے۔ اگر ہم صبر کرنے والے بن جائیں تو دنیا میں بھی انشاء اللہ ہمارے لیے کشادگی اور آسانی پیدا کر دی جائے گی اور آخرت میں جنت کی ہمیشہ رہنے والی بادشاہی بہت سستے داموں مل جائے گی۔

اطمینان رکھیے کہ ہمارا خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ اس عیب سے بھی کہ اسے کچھ لوگوں کو غریب بنانے اور کمتر بنانے کا الزام دیا جائے۔

بیماری اور علامت

جو لوگ صحت و صفائی کے بنیادی اصولوں کا خیال نہیں رکھتے وہ جلد یا بدیر بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص ٹھنڈے موسم میں ٹھنڈے پانی سے نہائے اور پھر پنکھا کھول کر سو جائے تو اسے نزلہ بخار ہو جانا ایک فطری بات ہے۔

اس نزلے بخار میں ممکن ہے کہ مریض کے گلے میں تکلیف ہو، ممکن ہے سر میں درد ہو، مگر جب وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو وہ لاکھ اسے علامات بتائے، ڈاکٹر کی توجہ اصل مسئلے کی تشخیص پر رہتی ہے۔ چنانچہ وہ نزلے کی تشخیص کر کے اس کی دوا دے گا۔ گرچہ مریض کے اصرار پر فوری آرام کے لیے اسے درد وغیرہ کی دوا بھی دے دیتا ہے۔ مگر ڈاکٹر جانتا ہے کہ اصل مرض کی دوا نہیں دی گئی اور صرف درد کی دوا دے دی گئی تو تھوڑے آرام کے بعد درد پھر شروع ہو جائے گا۔

مسلمان امت بھی ایک جسد کی طرح ہے۔ ختم نبوت کے بعد اس روحانی جسد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلموں کو دین پہنچائے۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ مسلمان دین حق کا پیغام دوسروں کو پہنچانا شروع کر دیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مسلمان ایمان و اخلاق کی اس دعوت کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں جو قرآن مجید میں موجود ہے۔

جس وقت مسلمان یہ دونوں کام بند کر دیتے ہیں، وہ اپنے وجود اور اساس کی بنیادوں کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر مغلوبیت کی سزا ایسے ہی مسلط کی جاتی ہے جیسے صحت و صفائی کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں پر بیماری آتی ہے۔ مغلوبیت کی اس بیماری کے لوازم میں سے ہوتا ہے کہ مسلمان عزت سے محروم ہوتے ہیں۔ ان پر بے بسی طاری ہوتی ہے۔ اور وقفے وقفے سے ان کے مختلف گروہ بدترین سختیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خدا کے اس قانون کی علمی اور تاریخی اساسات کو کسی نے سمجھنا ہے تو ہماری کتاب ''آخری

جنگ'' کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ اور اگر عملاً اس کا ظہور دیکھنا ہے تو چار دن کے کرنٹ افیئر ز سے اوپر اٹھ کر پچھلی چند دہائیوں میں مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر غور کرنا چاہیے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں پر پے در پے سختیاں آ رہی ہیں۔ فلسطین، افغانستان، عراق، شام، پاکستان، ہندوستان، برما، چیچنیا، بوسنیا، کوسوو اور دیگر متعدد علاقوں میں لاکھوں مسلمان مارے گئے ہیں یا پھر جلاوطنی اور دیگر مصائب کا سامنا ہے۔ ان سختیوں کا معاملہ بھی یہی ہے۔ یہ اصل مسئلہ نہیں، یہ علامات ہیں۔ اِس مرض کی ظاہری علامات کہ مسلمان مجموعی طور پر ایمان واخلاق کے زوال کا شکار اور اپنی دعوتی ذمہ داریوں سے بالکل غافل ہیں۔

اب ایسے میں کبھی برما، کبھی شام اور کبھی کشمیر اور کبھی فلسطین کا ماتم شروع کر دیں تو ان کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو بیمار ہونے کے بعد اصل مرض کو ٹھیک کرنے کے بجائے صرف علامات یعنی درد کی دوا کھانا شروع کر دے۔ ہم نے شروع میں بیان کیا ہے کہ ہر اچھا ڈاکٹر اصل مرض کی تشخیص کر کے اس کی دوا لکھتا ہے۔ ہاں وقتی درد کے لیے کچھ گولیاں بھی دے دیتا ہے۔

ہمیں اگر اپنے مصائب سے نکلنا ہے، ذلت ورسوائی کی اس رات کو ختم کرنا ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں اگر ایک کے بعد ایک پیش آنے والے سانحات سے نجات پانا ہے تو پھر اصل مسئلے پر بات کرنا ہوگی۔ ایمان، اخلاق اور دعوت کی قرآنی صدا اور نبوی ماڈل کو اختیار کرنا ہوگا۔ لیکن اگر مسلمانوں نے وہی راستہ اختیار کیے رکھا جو یہود نے کیا تھا، یعنی سمجھانے والوں کی تکذیب کرنا تو پھر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سلسلہ رکنے کا نہیں ہے۔

ہمیں معلوم ہے ہماری باتیں لوگوں کو پسند نہیں آتیں۔ اس لیے کہ غیر مسلموں کو گالی دینا اپنی اصلاح سے کہیں زیادہ آسان راستہ ہے۔ مگر امت اس راستے پر دو صدی سے چل رہی ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن ایک دفعہ ہماری تشخیص کو مان لیں تو انشااللہ بیس برس میں سب کچھ بدل جائے گا۔

برمی مسلمانوں کا المیہ

برمی مسلمانوں کے حوالے سے لوگ ہم سے مختلف سوالات کررہے ہیں۔ ایسے میں یہ ضروری ہے کہ اس باب میں وہ زاویہ لوگوں کے سامنے رکھا جائے جو کہیں بیان نہیں ہوتا۔لیکن اسے سمجھا نہیں جائے گا تو ہمیں بار بار ایسے سانحات کا شکار ہونا پڑے گا۔

روہنگیا کے مسلمان جس ظلم و بربریت کا شکار ہیں، وہ بلا شبہ ایک عظیم المیہ ہے۔اس المیے پر خون کے آنسو بہنا ایک فطری چیز ہے۔مگر کیا یہ مسلمانوں کی جدید تاریخ کا کوئی پہلا المیہ ہے؟ زیادہ پیچھے نہ جائیں، پچھلی چند دہائیوں ہی پر نظر ڈال لیجیے۔قرآن مجید کو ہاتھ میں اٹھالیں اور انبیا کی تاریخ کو سامنے رکھ لیں۔آپ کو سمجھ میں آجائے گا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے۔

پچھلی چند دہائیوں میں ہم نے فلسطین کے مسلمانوں کا المیہ دیکھا ہے۔کشمیر کو جلتے اور سلگتے دیکھا ہے۔ بیروت کی گلیوں کو خون اور بارود کی نذر ہوتے دیکھا ہے۔ صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں اسرائیلی ٹینکوں کو مسلمانوں کو کچلتے دیکھا ہے۔افغانستان کو ایک بار نہیں، بار بار ایک مقتل بنتے دیکھا ہے۔فلپائن، نائیجیریا، سوڈان اور انڈونیشیا میں مسلمانوں کو غیر مسلموں سے الجھتے اور پٹتے دیکھا ہے۔ چیچنیا، بوسنیا، کوسووا میں مسلمانوں کی منظّم نسل کشی کا مشاہدہ کیا ہے۔ عراق، لیبیا اور شام کو برباد ہوتے دیکھا ہے۔اور سب سے بڑھ کر خود وطن عزیز کو دہشت گردی کے ہاتھوں جگہ جگہ سے لہولہان ہوتے دیکھا ہے۔

ان واقعات میں عرب دنیا کے باہمی تنازعات،شیعہ سنی جھگڑوں جن کی بدترین شکل ایران عراق جنگ تھی اور خود مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت کے قتل عام کو بھی شامل کرلیں تو جان، مال اور آبرو کی ایسی بربادی سامنے آتی ہے جس کے آگے برما کے مسلمانوں کی کہانی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔آج سوشل میڈیا ہے تو بہت شور مچ گیا ہے۔میڈیا کو چار دن بعد نیا موضوع مل

جائے گا۔لوگ اُس میں لگ جائیں گے۔کسی کو برما کے مسلمان یاد بھی نہیں آئیں گے۔

اس لیے حضور! برما کے مسلمانوں پر چند دن آنسو بہا کر اگلے کسی سانحے تک فارغ ہونے سے قبل ہماری کچھ گزارشات سن لیں۔قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں۔نبوت کے خاتمے کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کے کام کی کل ذمہ داری مسلمانوں پر ہے۔مسلمان اگر حق کے گواہ نہیں بنیں گے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہستی نبی بننے کے بعد کار نبوت ادا کرنے سے انکار کردے۔قرآن کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس معاملے میں اجتہادی طور پر بھی غلط فیصلہ ہوجائے تو نبی کو مچھلی کے پیٹ میں بند کردیا جاتا ہے۔انبیاء کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب کوئی مسلمان گروہ ایمان واخلاق اور شہادت حق کی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو پھر اس پر ذلت اور مغلوبیت کا عذاب مسلط کردیا جاتا ہے۔

چنانچہ موجودہ دور کے مسلمانوں نے جب اس جرم کا ارتکاب کیا تو ان پر حسب دستور ذلت اور مغلوبیت مسلط کردی گئی۔اس مغلوبیت کا ایک لازمی نتیجہ وہ سانحات ہیں جن کی تفصیل ہم نے پیچھے کی ہے۔مگر بدقسمتی سے بجائے اس کے کہ مسلمان توبہ کرتے، مسلمانوں میں ایسے رہنما پیدا ہوگئے جنھوں نے اس پورے معاملے کو بالکل الٹ کر دکھانا شروع کردیا۔یہ وہی غلطی ہے جو اس سے پہلے یہود نے کی تھی۔ان پر بھی ان کے جرائم کی پاداش میں ایسے ہی ذلت اور مغلوبیت مسلط کی گئی تھی، مگر انھوں نے توبہ کرنے کے بجائے خدا کے اس عذاب کو غالب اقوام کی سازشوں کے خانے میں ڈال کر ان کے خلاف جدوجہد شروع کردی۔سمجھانے والوں کو جیل میں ڈال دیا، قتل کردیا، ملک چھوڑنے پر مجبور کردیا یا پھر ان کی بھرپور تکذیب کردی۔جس کے بعد یہ ذلت ایک فیصلہ کن عذاب میں تبدیل ہوئی اور پہلی دفعہ بخت نصر اور دوسری دفعہ ٹائٹس وہ عذاب لے کر آئے جس نے یہود کی کمر توڑ ڈالی۔

دور جدید کے مسلمان بھی ٹھیک یہی غلطی دہرا رہے ہیں۔ وہ اس ذلت اور مغلوبیت اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے ان تمام واقعات کو جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا، خدا کے عذاب کی شکل میں دیکھ کر توبہ نہیں کررہے۔ وہ ایمان و اخلاق کی بدترین پستی میں گر چکے ہیں، مگر اپنی کمزوریوں کی ان کو کوئی پروا نہیں۔ وہ غیر مسلموں کو ایمان کا پیغام پہنچانے کے بجائے ان کے خلاف نفرت کو فروغ دے رہے ہیں۔ یہ سب کر کے مسلمان غیر مسلموں سے نہیں لڑ رہے، وہ خدا سے لڑ رہے ہیں۔ مگر خدا سے کوئی نہیں جیت سکتا، اس لیے سانحات کی ایک قطار ہے جو ختم ہو کر نہیں دے رہی۔

جب لوگ خدا کی نافرمانی کر کے اس طرح بے خوف ہو جاتے ہیں تو پھر خدا کا وہ عذاب آتا ہے جس کے بارے میں قرآن نے واضح کر رکھا ہے کہ یہ عذاب خاص انھی لوگوں کو نشانہ نہیں بناتا جنھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا ہو، (الانفال 25:8)۔ چنانچہ ایسے عذاب میں بے گناہ اور عام لوگ بھی زد میں آتے ہیں اور خاموش رہنے والے بھی مارے جاتے ہیں۔ یہی ہمارے مسلسل اور پے در پے المیوں کے جنم لینے کی اصل وجہ ہے۔ مگر ہم توبہ کرنے، ایمان و اخلاق کی طرف لوٹنے اور دعوت دین کا کام کرنے کے بجائے غفلت، تعصب اور نفرت کا شکار رہتے ہیں۔ ہم خدا کی پکار سننے کے بجائے اپنے تعصّبات کے اسیر رہتے ہیں۔ اس لیے ہمارے المیے بھی ختم ہو کر نہیں دیتے۔

ایسے میں ہم پر فرض ہے کہ ہم توبہ کریں اور ایمان و اخلاق کی قرآنی دعوت کو اپنی زندگی بنائیں۔ دعوت دین کے نبوی مشن کو اپنی زندگی بنائیں۔ ابھی وقت ہے، ابھی توبہ کی جا سکتی ہے۔ ابھی وہ فیصلہ کن عذاب نہیں آیا جو امتوں کی کمر توڑ دیتا ہے۔ مگر اب وہ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ اس لیے برمی مسلمانوں کے لیے ضرور پریشان ہوں، مگر کچھ اپنی فکر بھی کرلیں۔ اس سے پہلے کہ کمر توڑ دینے والی آفت ہمارے ہی گھر کا رخ کرلے۔

برمی مسلمانوں کے مسئلے کا حل

برمی (روہنگیا) مسلمانوں کے مسئلے میں اپنا اصولی موقف ہم ایک دوسرے آرٹیکل میں بیان کر چکے ہیں کہ مسلمان اپنی غفلت کے باعث مجموعی طور پر ذلت کا شکار ہیں۔ اس طرح کے ظلم وستم کے واقعات اسی ذلت وپستی کے لوازم میں سے ہیں۔ جب تک مسلمان ایمان، اخلاق اور دعوت کو اختیار نہیں کریں گے، مجموعی صورتحال کسی صورت نہیں بدلے گی۔ تاہم یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اس وقت تک ہم اپنے بھائیوں پر ہونے والے ظلم وستم پر کیا کریں۔ اس حوالے سے ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل کا فوری حل ایک ہی ہوتا ہے اور وہ فوجی حل ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے کوئی مسلمان ملک اتنا طاقتور نہیں کہ وہ فوجی طور پر میانمار پر حملہ کر کے اسے اپنا رویہ درست کرنے پر مجبور کرے۔

اس کے بعد مسلمانوں کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ غیر مسلم عالمی طاقتوں کو اس معاملے میں مداخلت کے لیے ابھارا جائے۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اس مسئلے کو مسلمانوں کا مسئلہ بنانے کے بجائے انسانی مسئلہ بنائیں۔ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مسائل کے حل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ البتہ انسانی حقوق کے معاملے پر دنیا کی طاقتیں راست اقدام پر آمادہ ہوسکتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ مسلمان سیاسی، سفارتی، معاشی روابط اور ذرائع اختیار کرتے ہوئے بڑی طاقتوں پر زور ڈالیں کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ ساتھ ہی جن ممالک کے لیے براہ راست میانمار پر دباؤ ڈالنا ممکن ہے جیسے ملائشیا وغیرہ وہ اس پر دباؤ ڈالیں۔

آخری اہم بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں مسلمانوں کی طرف سے کسی طور کا تشدد سامنے نہ آئے اور مسلمان سو فی صد پر امن رہیں۔ تشدد ہمیشہ کمزور کو نقصان پہنچاتا ہے اور مسلمان اس وقت کمزور ہیں۔ نیز اس سے مسلمانوں کا سیاسی اور انسانی مقدمہ بھی کمزور ہوگا۔

یہ گزارشات صرف برماہی کے لیے نہیں، باقی مسلم اقلیتوں کے مسائل کے حل میں بھی بہت اہم ہیں۔ اس طرح امید ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کچھ نہ کچھ بہتر ضرور ہوں گے۔

اہل پاکستان کا ماتم

[عید کے دن دہشت گردوں نے ایک سیاسی لیڈر پر حملہ کیا جس میں وہ تو بچ گئے لیکن ایک گارڈ کے علاوہ ان سے عید ملنے والا چودہ سالہ بچہ نقد جان ہار گیا۔ یہ اسی حوالے سے لکھا گیا ایک آرٹیکل ہے۔]

چار گلیاں چھوڑ کر بھی کسی خاندان کا قتل ہو جائے تو دکھ ہونا فطری چیز ہے۔ اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ حیرت اُس وقت ہوتی ہے جب گھر میں پڑی لاش کو چھوڑ کر چار گلی دور کے قتل پر بین کیا جاتا ہے۔ اہل برما کا ماتم ہو رہا ہے، سوال یہ ہے کہ اہل پاکستان کا ماتم کب ہوگا؟

اہل تشیع اور احمدیوں کے ماتم کی توقع نہ سہی کہ ہماری مذہبی فکر انہیں کافر سمجھتی ہے، چودہ سالہ معصوم ارسل ہی کا ماتم کر لیتے۔ شاید وہ بوجھ کچھ کم ہو جاتا جو روزِ قیامت اٹھانا ہے۔

چودہ سال کی عمر ایسی نہیں ہوتی کہ سر راہ عید کے دن عید ملتے ہوئے گولی ماردی جائے۔ مگر جب یہ گولی دین و شریعت کا نام لینے والے مارتے ہیں تو پھر ہر جگہ چپ چھا جاتی ہے۔ ایسے میں کیا کہیں اور کس سے کہیں۔ لیکن بولنا تو ہوگا کہ ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے۔

اس لیے چاہے برا لگے مگر سنیے کہ روزِ قیامت اگر برمی مسلمانوں کے قاتل جہنم رسید کیے جائیں گے تو بے گناہ پاکستانیوں کے قاتلوں کا انجام بھی جدا نہیں ہوگا۔ قتل کرنے والے، قتل پر آمادہ کرنے والے، قاتلوں کو اگر مگر کی ڈھال فراہم کرنے والے، جہاد کے مقدس نام پر بے خبر، سویلین اور غیر مسلح لوگوں کے خلاف حملوں کی توجیہ و تاویل کرنے والے اور ہاں ایسے قتل پر خاموش رہنے والے؛ سب پروردگار عالم کے غضب سے اپنا حصہ پا کر رہیں گے۔

خدا کا خوف اگر کسی میں باقی ہے تو اہل برما سے قبل اہل پاکستان کے قتل کا تدارک ہونا چاہیے۔ اس نظریے کو ختم ہونا چاہیے جو غیر مقاتلین کے قتل کا جواز فراہم کرتا ہے۔ ہر وہ فرد، گروہ یا جماعت جس نے اس نظریے کی آبیاری میں کوئی حصہ ڈالا، اسے اب اس نظریے کے خلاف جہاد کرنا ہوگا۔ یہی ان کے لیے توبہ کا واحد راستہ ہے۔ جو شخص اس جہاد میں شریک نہیں ہوا، دنیا کی کوئی طاقت اسے روزِ قیامت خدا کے قہر سے نہیں بچا سکتی۔

حاصل کائنات

آج عالم اسلام کے معروف عالم مولانا وحیدالدین خان صاحب کی ایک وڈیو کئی احباب نے شیئر کی جس میں انہوں نے جاوید احمد صاحب غامدی کے حالیہ دورہ امریکہ پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ اس گفتگو پر کوئی تبصرہ کرنے سے قبل ضروری ہے کہ یہ طالب علم کم وبیش تیس برس پرانے ایک واقعے کو بیان کردے۔

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب یہ طالب علم حق کی تلاش کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ الحاد سے اسلام تک کا سفر طے ہو چکا تھا۔ مگر یہ سوال باقی تھا کہ خود اسلام کی درست ترجمانی کون کررہا ہے۔ اس خاکسار کا سارا بھروسہ اللہ ہی پر تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں ایک ہی دعا زبان پر تھی کہ پروردگار تو آسمان سے اتر کر زمین پر آجا اور انگلی پکڑ کر یہ رہنمائی کردے کہ تیری ترجمانی کون کررہا ہے۔ اس کے ساتھ اپنی ذات کی حد تک یہ اصول طے کرلیا تھا کہ بلاتعصب ہر شخص کو سننا اور پڑھنا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے مطالعے سے یہ حقیقت مجھے معلوم تھی کہ تعصّبات کے خول میں بند شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی ہدایت کی راہ نہیں کھولی جاتی۔

اس زمانے میں ایک صاحب علم کا مضمون نظر سے گزرا جس میں انہوں نے کچھ دیگر اہل علم کے علاوہ مذکورہ بالا دو بزرگوں سے علمی استفادے پر زور دیا تھا۔ وہ دور انٹرنیٹ کا نہیں تھا کہ دو منٹ میں کسی عالم کی ساری تصنیفات حاصل ہوجائیں۔ مگر اللہ نے کچھ ایسا کرم کیا کہ اسباب بنتے گئے اور بہت تھوڑے دنوں میں ان دونوں بزرگوں کا تمام کام میری نظر وسماعت سے دل و دماغ تک پہنچ گیا۔

گرچہ اس زمانے میں دیگر بزرگوں سے بھی علمی استفادے کا عمل جاری تھا جن میں مولانا مودودی، مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈاکٹر اسرار احمد اور اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی نمایاں تھے اور بلاشبہ ان بزرگوں سے اس خاکسار نے بہت کچھ سیکھا، مگر جس علم کا وارث اللہ تعالیٰ نے ان دو بزرگوں کو کیا تھا، وہ خود پکار کر بتا تا تھا کہ یہ علم نہیں فیضان الٰہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ان دونوں کے خیالات قدم قدم پر میرے سابقہ تصورات اور علم سے ٹکراتے تھے۔ مگر اللہ کی رحمت نے ایسا کرم کیا کہ کوئی تعصب راہ کی رکاوٹ نہ بن سکا۔ الحمدللہ اس کے بعد مجھے کسی اور دروازے کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میرے یہ دونوں استاذ اور بزرگ ہی مجھ تک خدائی فیضان کے پہنچنے کا ذریعہ بن گئے۔

اس عاجز پر اللہ کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ میں انسانی عظمتوں کا کبھی اسیر نہیں رہا۔ جس شخص نے خدا کی عظمت کو دریافت کیا ہو وہ کبھی کسی غیر اللہ کی عظمت سے متاثر نہیں ہوسکتا۔ میرے قارئین جانتے ہیں کہ میں انسانی عظمتوں کے مینار تعمیر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ مگر اس بات کا اعتراف کرنا شہادت حق کا تقاضہ ہے کہ اس دور میں اُس دین حق کو اگر کسی شخص نے پانا ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے اور جسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو اسے ان دو بزرگوں کے علمی مقام کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

اس کے بعد اب کچھ گزارشات اس وڈیو کے حوالے سے جس کا ذکر شروع میں ہوا ہے۔ مولانا نے اس وڈیو میں جو سب سے اہم بات کہی ہے کہ میں اور مولانا غامدی جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں کا وے آف تھنکنگ ایک ہے۔ دونوں کا کنسرن ایک ہے۔

مولانا کی یہ بات اپنی جگہ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کے کام کا اصل دائرہ جدا ہے۔ میں چونکہ ان دونوں کو پچھلے تیس سال سے جانتا ہوں اور ان کی اس سے پہلے کی لکھی ہوئی اور کہی ہوئی چیزوں سے بھی واقف ہوں، اس لیے یہ جانتا ہوں کہ دونوں مختلف نتائج فکر پر مختلف زمانوں میں پہنچے تھے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ دونوں کی فکری اساس، علمی پس منظر، حالات اور ماحول بھی جدا ہے۔ یہ

بھی جانتا ہوں کہ دونوں بزرگ بعض معاملات میں بالکل الگ رائے رکھتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود مولانا کی رائے سے بالکل متفق ہوں کہ دونوں کا وے آف تھنکنگ اور کنسرن ایک ہے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں حق کے سچے متلاشی ہیں۔دونوں آخری درجے میں سچائی کے طلبگار رہتے ہیں۔دونوں اپنے سے مختلف نقطہ نظر پر غور کرتے رہتے اور اپنی آرا پر نظر ثانی کرتے ہیں۔دونوں کا کنسرن ان کی قوم، ملت، اساتذہ یا گروہ نہیں بلکہ ان کا پروردگار ہے۔یہ ہے وہ چیز جو دونوں کو ایک ہی بنا دیتی ہے۔یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔یہ وہ چیز ہے جس کے بغیر کسی شخص کو خدا کے فیضان سے ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا۔مگر بدقسمتی سے یہی چیز ہمارے مذہبی فکر میں آخری درجہ میں عنقا ہے۔

چنانچہ ان کا یہ انداز فکر ان پر خدا کی رحمتوں کے نزول کا سبب بن گیا ہے۔ان بزرگوں کا علم اکتسابی اور مطالعے سے حاصل کیا ہوا علم نہیں بلکہ یہ وہ خدائی فیضان ہے جس کا سلسلہ ختم نبوت کے بعد بھی جاری ہے اور جس کے نتیجے میں تجدید و احیائے دین کی روایت اس امت میں زندہ ہے۔

اس خدائی فیضان کی علامت خود اس وڈیو میں بھی موجود ہے۔مولانا نے اس وڈیو میں دو دفعہ یہ کہا ہے کہ جاوید صاحب عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں لیکن علم و عقل میں مجھ سے زیادہ ہیں اور یہ کہ میں اپنے آپ کو ان کا پیرو (follower) کہنے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔جن لوگوں نے مولانا کو پڑھ رکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ مولانا علم کے اس ماؤنٹ ایورسٹ پر کھڑے ہیں جس سے بلند کوئی چوٹی نہیں۔اس حقیقت کے باوجود ان کے جملے جتنا کچھ جاوید صاحب کا تعارف ہیں، اتنا ہی مولانا کی اپنی شخصیت کا بیان ہیں کہ ان پر کس درجہ خدا کا فضل ہوا ہے۔

پھر یہ وڈیو جس دعا پر ختم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور مولانا غامدی کو جنت میں ایک ساتھ جمع فرمائے وہ اس بات کا اظہار ہے کہ وہ کیا ہدف ہے جس کے لیے یہ دونوں بزرگ اپنے

زمانے کی تمام تر مخالفتوں کا اتنے حوصلے سے سامنا کررہے ہیں۔ یہ خدا کی رضا اوراس کی جنت ہے جو ایک تنہا انسان کو بھی زمانے سے ٹکرادیتی ہے۔

میں کبھی کبھی دوستوں میں ازراہ تفنن یہ کہہ دیتا ہوں کہ ان دونوں بزرگوں کی زندگی ان کی قبولیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جس روز ان کا انتقال ہوگا، دنیا دیکھے گی کہ تاریخ دعوت وعزیمت کی داستان میں ان کا نام خوبخود رقم ہوجائے گا۔ اس لیے مجھے ان بزرگوں کی مخالفت سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ پریشانی اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے وابستگان ان کے بعد ان کے بت بنا کر بعد والوں کی عظمت کا اعتراف کریں گے نہ انھیں اختلاف رائے کی اجازت دیں گے۔ یہ اہل مذہب کی تاریخ ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے۔ مسیحیوں نے رومیوں کے سارے بت گرادیے تھے اور آخر میں مسیح کا اپنا بت تراش لیا تھا۔ بت شکنی کے بعد بت تراشی کا یہ عمل اب بھی ہوگا۔ اس مرض کا کوئی علاج ممکن نہیں۔

لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہزاروں لاکھوں برس پر پھیلی یہ بساط اسی لیے بچھائی گئی تھی کہ انسانی عظمتوں میں گھرے لوگوں کے درمیان وہ لوگ ڈھونڈے جائیں جو خدائی عظمت کو دریافت کرلیں۔ فرقہ واریت اور قوم پرستی کی زنجیروں میں اسیر لوگوں کے درمیان ان خدا پرستوں کو ڈھونڈا جائے جن کا سب سے بڑا مسئلہ سچائی اور حق ہو۔ دنیا کی محبت اور مفاد میں اندھے ہوجانے والوں کے درمیان جنت کے حقیقی خواہش مند کرداروں کی تلاش کی جائے۔ خواہشات اور تعصّبات کے اندھوں کے درمیان صاحبان بصیرت تلاش کیے جائیں۔

یہ تلاش اس دنیا کی تمام تر خرابیوں کے باجود آج بھی کامیابی سے جاری ہے۔ گو جہنم بھی بھر رہی ہے مگر جنت میں بھی کم لوگ نہیں آئے۔ انبیا اور ان کے وارث علما کی تاریخ دعوت وعزیمت کا حاصل یہی سچے لوگ ہیں۔ یہی لوگ حاصل کائنات ہیں۔

سوال وجواب

ابو یحییٰ

اہل مغرب کی بے حیائی اوران کی ترقی

سوال: ابو یحییٰ صاحب! ترقی یافتہ مما لک میں اخلاقیات کا نام ونشان ہی نہیں پایا جاتا۔ پورنوگرافی اورعریانی میں وہی سب سے آگے ہیں۔ پھرعروج وزوال کا جوقانون آپ بیان کرتے ہیں وہ ان پر کیوں لاگونہیں ہوتا۔شفقت

جواب: محترم شفقت صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا سوال بہت عمدہ ہے۔آپ کے سوال میں دراصل ہمارے ہاں غلط طور پر رائج ایک تصور پوشیدہ ہے۔ جب تک اس تصور کی تصحیح نہیں کی جاتی ،ہم اخلاقی طور پر بہتر نہیں ہوسکتے۔ دیکھیے ہمارے ہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اخلاقیات کا تعلق صرف اورصرف صنفی بے راہ روی یا پاکدامنی سے ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکدامنی اورحیااعلیٰ اخلاقی صفات میں سے ہیں، اورجب یہ صفات ختم ہوتی ہیں تو معاشرہ طرح طرح کے مسائل میں گھر جاتا ہے۔مگر جن اخلاقیات پرقوموں کا عروج وزوال منحصر ہے،وہ صنفی اخلاقیات نہیں بلکہ سماجی اخلاقیات کے دائرے کی چیز ہیں۔

سماجی اخلاقیات کا مطلب یہ ہے کہ فرد میں امانت،صداقت، دیانت،عہد اورقول وقرار کی پاسداری کا احساس کتنا زندہ ہے۔لوگ لین دین، ناپ تول،عہد معاہدے یا کسی اورشکل میں جب کسی معاشرتی یا قانونی بندھن میں بندھتے ہیں توکس درجہ اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں،لوگ اپنے فرائض کوکتنی احساس ذمہ داری کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ قانون کی

حکمرانی، مساوات، عدل، احسان، کمزوروں کی رعایت جیسی اہم انسانی صفات کا کتنا ظہور ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کے اخلاقی معاملات میں مغرب ہم سے بہت آگے ہے۔ وہاں اس کا کوئی تصور نہیں کہ غذا اور دوا میں ملاوٹ کی جائے۔ وہاں اس کا کوئی تصور نہیں کہ کوئی طاقتور صرف اپنی طاقت کی بنیاد پر قانون کے دائرے سے بچ جائے۔ وہاں کا سیاستدان کرپشن کر کے عوامی غیض و غضب اور قانون کی طاقت سے نہیں بچ سکتا۔ وہاں کا کوئی ملازم اپنی ڈیوٹی سے غائب رہ کر تنخواہ وصول نہیں کرسکتا۔ وہاں کا کوئی ڈاکٹر مریض کو غلط انجیکشن لگا کر قانون کے شکنجے سے نہیں نکل سکتا۔ غرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں اور جو نہ کریں ان کو اس کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔

ایسا نہیں کہ اس پہلو سے وہاں کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی، مگر مجموعی طور پر ان کا معاشرہ ہم سے بہت بہتر ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں غلبہ و عروج دے رکھا ہے۔ ہاں، صنفی معاملات میں وہاں انحطاط ہے اور اس کے نتائج وہ خاندانی نظام کی کمزوری اور اس سے پیدا ہونے والے انفرادی و اجتماعی مسائل کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ مگر مجموعی طور پر وہ ہم سے بہت بہتر جگہ پر کھڑے ہیں۔

دور جدید کا یہ بڑا سانحہ ہے کہ ہماری فکری قیادت مغرب سے یا تو مرعوب ہو کر ان کی نقال بنی ہے یا پھر ان کی اندھی مخالف۔ ان کی خوبیوں سے سیکھنے، ان کی سماجی اور سائنسی ترقی کو رول ماڈل بنانے کا کوئی داعیہ ہم میں پیدا نہیں ہوا۔ مگر ہمارے نزدیک کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ مغرب کی اندھی تقلید یا اندھی مخالفت کے بجائے ان سے سیکھا جائے اور اپنے دین کی تعلیم کو اساس بنا کر فرد کی تربیت کا کام شروع کیا جائے۔ یہی ہماری ترقی کا اصل راستہ ہے۔

والسلام علیکم۔ ابو یحییٰ

برمی مسلمانوں پر ظلم

سوال: ''برما کے مسلمانوں کا المیہ'' آرٹیکل میں سورۃ الانفال آیت 25 کا جو ذکر ہے اس میں عذاب کا تذکرہ کہاں ہے؟ نیز برما کے بے گناہوں کا کیا جرم ہے جو وہ عذاب کی زد میں ہیں؟

جواب: سورۃ الانفال کی آیت 25 سے پہلے کی آیات میں مسلمان کو اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے کہ جس زندہ ایمان و اخلاق کی دعوت کی طرف رسول بلا رہے ہیں، اسے من وعن تسلیم کر لو اور عملی طور پر غفلت کا شکار نہ ہو، بصورت دیگر آیت 25 میں واتقوا فتنة ..... کے الفاظ سے متنبہ کیا کہ بچو اس فتنے سے جو خالص ظالم کو اپنی زد میں نہیں لے گا بلکہ مظلوم بھی اس میں شامل ہوں گے، البتہ ظالموں کے لیے یہ عذاب ہی کی صورت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ سے واضح ہے۔ واعلموا أن الله شديد العقاب (اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے)۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ ایمان والے رسول کو ماننے اور جاننے کے باوجود اپنی ذمے داریوں سے غفلت برتیں گے تو عذاب کا کوڑا ان پر برسے گا۔ یہ کوڑا خالص ظالموں تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ مظلوم بھی اس کی لپیٹ میں آئے گا، اس سزا کا بیان لفظ فتنہ سے کیا گیا ہے جس کے معنی آزمائش ہیں۔ لہٰذا سوال کے دوسرے جز کا جواب بھی اس میں آ جاتا ہے کہ آزمائش ان کے لیے ہے جو نیک ہیں، ایمان و اخلاق کو اپنی زندگی بنائے ہوئے ہیں لیکن اس طرح کی آفتوں سے محفوظ نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ کہ جب تمام لوگ اپنے حصے کا کام نہیں کرتے تو نیک لوگ بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اس لیے مجموعی حیثیت میں اس کو عذاب کہنا درست ہے، البتہ قیامت کے دن بے گناہ لوگوں کے ساتھ معاملہ ابتلا (آزمائش) کے اصول کے تحت ہی کیا جائے گا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ برمی (روہنگیا کے) مسلمان خدا کی آزمائش میں مبتلا ہیں، لیکن مجموعی طور پر مسلمان خدا کے عتاب کی زد میں ہیں۔

جاوید چوہدری

تھینک گاڈ

برطانیہ کی کلارک فیملی اس کی شاندار مثال ہے، آپ اگر زندگی بھر اللہ تعالیٰ پر مضبوط ایمان رکھنا چاہتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے کرم، مہربانی اور رحم کو محسوس کرنا چاہتے ہیں اور آپ اس کی مصلحتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں تو میرا مشورہ ہے آپ اس واقعے کو اپنے پرس میں رکھ لیں اور اسے دن میں کم از کم ایک بار ضرور پڑھیں، آپ کو زندگی کی کوئی تکلیف، تکلیف نہیں دے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ انسانوں کو بڑی مصیبت سے بچانے کے لیے عموماً ان پر چھوٹی مصیبت بھیج دیتا ہے، یہ چھوٹی مصیبت بڑی مصیبت کے راستے میں اسپیڈ بریکر ثابت ہوتی ہے اور یوں انسان بڑے ڈیزاسٹر سے بچ جاتا ہے۔ کلارک فیملی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ مسٹر اور مسز کلارک دونوں کام کرتے تھے، ان کے نو بچے تھے، ان کی آمدنی کم تھی، اخراجات زیادہ تھے اور ظاہر ہے ان حالات میں زندگی کچھ زیادہ خوبصورت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ بھی تنگی ترشی میں دن گزار رہے تھے، مسٹر کلارک کو پتہ چلا امریکا پوری دنیا کے لیے ''گولڈ مائن'' ہے۔ یورپ کے غریب، مسکین اور مفلس لوگ امریکا پہنچتے ہیں، وہاں دنوں میں بڑی بڑی کانوں، فارمز ہاؤسز، کارخانوں اور جانوروں کے باڑوں کے مالک بنتے ہیں اور شاہی خاندانوں جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ مسٹر اور مسز کلارک نے بھی امریکا جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا، فیصلہ تو ہو گیا لیکن زادِ راہ کا بندوبست نہیں تھا، نو بچے اور دو میاں بیوی کے لیے ٹھیک ٹھاک سرمایہ درکار تھا اور یہ لوگ بارہ گھنٹے کی محنت کے بعد جو کچھ کماتے تھے وہ مہینے کے آخر میں خرچ ہو جاتا تھا۔ یہ بحری جہازوں کا زمانہ تھا، یورپ کی آٹھ بڑی بندرگاہوں سے شپ چلتے تھے اور تین سے چھ ماہ میں امریکا پہنچتے تھے۔ مسٹر اینڈ مسز کلارک نے ہر صورت میں امریکا جانے کا فیصلہ کر لیا، انھوں نے رقم کا تخمینہ لگایا، اوور ٹائم

شروع کیا' خوراک میں کمی کر دی' سردیوں کے کپڑے خریدنا بند کر دیے' دوست احباب اور رشتے داروں سے قرض لیا' آبائی زمین کا واحد ٹکڑا بیچا' گھر رہن رکھا اور یوں دو سال کی مسلسل کوشش کے بعد اتنی رقم جمع کر لی جس سے یہ لوگ لاس اینجلس پہنچ سکتے تھے' وہ مسٹر کلارک کی زندگی کا شاندار دن تھا جب وہ پورٹ گیا' اس نے رقم کاؤنٹر پر رکھی اور بحری جہاز کے تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں گیارہ لوگوں کے سفر کا ٹکٹ خرید لیا' یہ ٹکٹ دیکھ کر پورا خاندان خوش ہو گیا۔ دوستوں نے ان کی الوداعی دعوتیں شروع کر دیں' کلارک فیملی نے اپنا سامان بھی باندھ لیا اور نوکریوں سے استعفیٰ بھی دے دیا لیکن روانگی سے تین دن پہلے کلارک فیملی ایک چھوٹے سے مسئلے کا شکار ہوگئی اور یہ حادثہ اگلے دن ان کی زندگی کا خوفناک ترین مسئلہ بن گیا۔

کلارک فیملی کا ایک بچہ اس شام اپنے دوست کو الوداع کہنے کے لیے اس کے گھر گیا' وہ واپس آ رہا تھا تو راستے میں آوارہ کتے نے کاٹ لیا' مسٹر کلارک اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے' ڈاکٹر نے بچے کا بازو سی دیا لیکن ساتھ ہی اسے ''کتے کے کاٹے'' کا مریض قرار دے دیا' اس وقت اسکاٹ لینڈ میں روایت تھی ڈاکٹر خطرناک مریضوں کے گھر کے مرکزی دروازے پر پیلے رنگ کی چٹ لگا دیتا تھا، اس چٹ کا مطلب ہوتا تھا کہ مریض ابھی زیر معائنہ ہے اور جب تک ڈاکٹر اجازت نہیں دے گا یہ اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ ڈاکٹر نے کلارک خاندان کے دروازے پر بھی پیلی چٹ لگا دی۔ اس چٹ کے بعد کلارک فیملی امریکا نہیں جا سکتی تھی' یہ کلارک خاندان کے لیے جان لیوا صدمہ تھا' انھیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان جلتی ہوئی موم بتی کی طرح آہستہ آہستہ پگھل کر ان کے زخموں پر گر رہا ہو۔ مسٹر اور مسز کلارک نے اپنے بیٹے کو اس بحران کا ذمے دار قرار دے دیا' وہ اسے بری طرح ڈانٹنے لگے' اگلے دن مسٹر کلارک ٹکٹ واپس کرنے گیا تو پتہ چلا ٹکٹ کی واپسی کا وقت گزر چکا ہے، یوں ان کی رقم بھی

ڈوب گئی۔ مسٹر کلارک بری طرح ٹوٹ کر رہ گیا، جس دن جہاز پورٹ سے روانہ ہونا تھا اس دن مسٹر کلارک ان کی بیگم اور ان کے آٹھ بچے بندرگاہ پر پہنچے اور جہاز کو گہرے پانیوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر دیر تک روتے رہے، آنے والے دن فیملی کے لیے زیادہ خوفناک ثابت ہوئے، مکان رہن تھا، زمین بک چکی تھی، نوکری ختم ہو چکی تھی اور عزیز رشتے دار اور دوست ''تم امریکا کب جا رہے ہو'' کہہ کر انھیں چھیڑ رہے تھے۔ ان حالات نے مسٹر کلارک کی پوری فیملی کو شدید ڈپریشن کا شکار بنا دیا۔ یہ لوگ سارا سارا دن گھر میں چھپے رہتے تھے اور اپنے اس بچے کو کوستے رہتے تھے جس کا زخم عین وقت پر ان کی کامیابی کے راستے میں رکاوٹ بن گیا۔ کئی دن گزر گئے، ایک دن کلارک خاندان گھر میں ناشتہ کر رہا تھا کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی، دروازے پر ان کا ہمسایہ کھڑا تھا، ہمسائے کے ہاتھ میں اخبار تھا اور اس کا چہرہ جذبات سے تمتما رہا تھا۔ ہمسائے نے انھیں بتایا کہ دنیا کا سب سے بڑا اور جدید بحری جہاز ٹائی ٹینک بحر اوقیانوس میں ڈوب گیا ہے اور اس میں 15 سو 17 لوگ مارے گئے ہیں۔ مسٹر کلارک نے اخبار کھول کر خبر دیکھی تو اس کے منہ سے بے اختیار تھینک گاڈ نکلا اور اس نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔ جی ہاں کلارک فیملی بھی ٹائی ٹینک ہی کے ذریعے امریکا جا رہی تھی لیکن یہ لوگ عین وقت پر کتے کے کاٹنے کی وجہ سے سفر پر نہ جا سکے اور یوں موت سے بچ گئے۔ کلارک اخبار لہراتا ہوا گھر کے اندر آیا، اس نے اپنے بیمار بیٹے کو گلے لگایا اور دیر تک اس کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ مسز کلارک اور اس کے باقی آٹھ بچے بھی اس بچے کے گرد کھڑے ہو گئے اور وہ بھی اپنے بھائی کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

آپ اب اس خبر کے بعد کی صورتحال بھی ملاحظہ کیجیے، وہ بچہ جو صبح تک اپنے آپ کو اپنے خاندان کی خوشیوں کا قاتل سمجھ رہا تھا وہ چند لمحوں میں خاندان کا مسیحا بن گیا۔ وہ خاندان جو اس بچے کو اپنا مجرم سمجھ رہا تھا وہی خاندان اسے اپنا محسن سمجھنے لگا، وہ لوگ جو کل تک

ان لوگوں کو ''امریکا نہیں گئے'' کا طعنہ دے کر تنگ کر رہے تھے وہ خوش قسمتی اور خوش بختی پر انھیں مبارک باد دینے لگے۔ مسٹر کلارک جو کل تک خود کو دنیا کا بدقسمت ترین شخص سمجھ رہا تھا اسے اچانک محسوس ہوا کہ وہ سب دنیا کے خوش قسمت ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس احساس نے اس کے اعتماد میں اضافہ کر دیا۔ اس نے اپنا کاروبار شروع کرنے کا فیصلہ کیا' مسٹر کلارک کا خاندان بعدازاں جوتا سازی کے کاروبار سے منسلک ہوا اور آج ان کے بنائے ہوئے جوتے پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ آپ ذرا غور کیجیے اگر اس دن کلارک کے بیٹے کو کتا نہ کاٹتا' اگر ڈاکٹر ان کے دروازے پر پیلے رنگ کی چٹ نہ لگاتا تو کیا ہوتا؟ کلارک خاندان جہاز میں سوار ہو جاتا اور یہ لوگ بھی جہاز کے دوسرے بدنصیب مسافروں کے ساتھ پانی میں ڈوب جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی مصیبت نازل کر کے انھیں بڑی مصیبت سے بچالیا۔ ان کو موت کے چنگل سے نکال لیا۔ ہم سب لوگ روزانہ بے شمار ایسی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں کا شکار ہوتے ہیں' ہماری گاڑی کا پہیہ ''فلیٹ'' ہو جاتا ہے' ہماری نئی شرٹ پر چائے گر جاتی ہے' ہم بڑی اہم میٹنگ کے لیے نکلنے لگتے ہیں لیکن اچانک ہمارے بچے کے ہاتھ پر چوٹ لگ جاتی ہے' ہمیں ہماری مرضی کی نوکری نہیں ملتی' ہم اچھے پرچے دینے کے باوجود امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں' ہماری رقم ڈوب جاتی ہے' ہمارا قریب ترین دوست ہمیں دھوکا دے جاتا ہے' ہمارا کتا ہمارا قیمتی جوتا چبا جاتا ہے' ہمارے سر پر پنکھا گر جاتا ہے' ہمارے دودھ سے چھپکلی نکل آتی ہے' ہماری فلائٹ مس ہو جاتی ہے یا ہماری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے اور ہم دیر تک خود کو بدنصیب قرار دیتے رہتے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکوے کرتے رہتے ہیں ''یہ صرف میرے ساتھ ہی

کیوں ہوتا ہے‘‘ ہم اللہ تعالیٰ سے پوچھتے رہتے ہیں ’’کیا صرف ہم ہی تمہارے امتحان کے لیے رہ گئے ہیں‘‘ ہم مہینوں تک خود کو کوستے رہتے ہیں لیکن ہم کبھی ان چھوٹی چھوٹی مصیبتوں کے پیندے میں چھپی خوش قسمتی پر توجہ نہیں دیتے‘ ہم کبھی ان مصیبتوں کے پیچھے موجود اللہ تعالیٰ کی ’’بلیسنگ‘‘ نہیں دیکھتے‘ ہم نے کبھی غور نہیں کیا‘ اللہ تعالیٰ عموماً چھوٹے کانٹے کے ذریعے بڑا کانٹا نکالتا ہے‘ یہ آپ کو ٹھڈا مروا کر ائیر کریش سے بچاتا ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے عدالتی فیصلوں کے ذریعے حکمرانوں کو اقتدار کی اوقات سمجھاتا ہے۔ چنانچہ آج سے آپ جب بھی کسی چھوٹی مصیبت کا شکار ہوں تو اپنے دل پر نگاہ ڈالیں‘ لمبا سانس لیں اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر عرض کریں ’’یا میرے پروردگار تیرا شکر ہے‘ میں تیری مصلحت کو نہیں سمجھ رہا لیکن مجھے یقین ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ غلط نہیں ہوگا‘ تو یقیناً مجھے کسی بڑی مصیبت سے بچا رہا ہے‘ شکریہ باری تعالیٰ‘ تھینک گاڈ۔‘‘

[بشکریہ روزنامہ ایکسپریس]

شہزاد سلیم
محمود مرزا

کیا ہم موت کے لئے تیار ہیں؟

یہ بات ہم بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ہم سب کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ جب موت اتنی قریب، اتنی حتمی اور یقینی ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اس کی مکمل تیاری کر لیں۔ خدا خوفی اور آخرت رخی سوچ کے مطابق زندگی گزارنے کے ساتھ کچھ اور معاملات بھی اس ضمن میں ہم سے توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ ان میں سے چند اقدامات درج ذیل ہیں۔

۱۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے پیچھے چھوڑ کر جانے والے اثاثے اور مال و دولت کے لئے ایک وصیت نامہ تیار کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کے مطابق ایسا کرنا ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو اپنے پیچھے کچھ مال و دولت چھوڑ کر جا رہا ہو۔

۲۔ ہوسکتا ہے کوئی شخص کچھ ایسی مالی ذمہ داریوں اور لین دین کے معاملات میں ملوث ہو جن کا علم صرف اسی کو ہو۔ مثلاً قرض کا لین دین یا پھر کچھ اور کاروباری اور ذاتی واجبات کی ادائیگی یا وصولی وغیرہ۔ ایسی تمام مالی ذمہ داریوں کی ایک فہرست بنا کر ان کا ایک دستاویز بنا لینا چاہیئے۔

۳۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے پاس موجود تمام اہم دستاویزات، کاغذات جیسے لائسنس، کوئی ایگریمنٹ، چیک بک اور پرانے بل وغیرہ یا پھر چابیوں اور ضروری پاسورڈ وغیرہ کی ایک فہرست بنا کر رکھنی چاہیئے اور ورثا کو بھی اس سے متعلق آگاہ کرنا چاہیئے۔

۴۔ اگر کوئی شخص چاہے تو وہ اپنے جسم کے اعضاء کے عطیے کی بھی وصیت کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے موت کے بعد بھی ہماری ذات دوسروں کے لئے فائدے اور خیر کا ذریعہ بنے گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل ایک عظیم نیکی ہے۔

۵۔ ہمیں اپنے بدن کی صفائی کے معاملے میں بہت حساس ہونا چاہیے کیونکہ جلد یا بدیر ایک دن ہر شخص کی میت دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگی جو اس کو غسل دیں گے اور اس کی تکفین و تدفین کریں گے۔

سحر شاہ

ایکسٹرا شیٹ

زمانہ طالبعلمی میں دوران امتحان ہر ایک کو کبھی نہ کبھی ایکسٹرا شیٹ کا تقاضا کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ مطالبہ یا تو ضروری سوالات کے جواب طویل ہونے کی بنا پر کیا جاتا ہے یا پھر بعض طلبا اپنی دانست میں کچھ ایکسٹرا سوالات مرتب کرنے کے لیے کرتے ہیں تا کہ نمبرز میں کوئی کمی رہ جائے تو یہاں سے پوری ہو جائے۔ ایکسٹرا شیٹس وصول کرنے والے طلبا کو عموماً بہت لائق فائق اور پڑھاکو ٹائپ مخلوق تصور کر کے ساتھی طلبا اس کے کامیاب ہونے کی پیش گوئی بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ممتحن غیر ضروری سوالات کے حل کو نظر انداز کر کے پیپر کے شروع میں حل شدہ ضروری سوالات کی حد تک ہی خود کو محدود رکھتا ہے، نتیجتاً رزلٹ ہمیشہ پیش گوئی یا توقعات کے برعکس سامنے آتا ہے۔ دوران امتحان جب تک پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اپنی کامیابی یا ناکامی آپ پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر بعد میں کفِ افسوس ملنے پر بھی رزلٹ کارڈ پر "Fail" کو "Pass" میں بدلنا ممکن نہیں رہتا۔ تب صرف ایک احساس باقی رہ جاتا ہے کہ کاش صرف ضروری سوالات کو ہی صحیح طریقے سے حل کر لیا ہوتا۔

اب ذرا اس حقیقی دارالامتحان میں خود کو رکھ کر سوچیے۔ یہ واحد امتحان ہے جس کے تمام ضروری سوالات کا حل ہم تک مصدقہ ذریعے سے پہنچا دیا گیا ہے لیکن ہم ضروری سوالات کو چھوڑ کر ''ایکسٹرا شیٹس'' کو بھرنے میں مصروف ہیں۔ ''فرائض'' کو چھوڑ کر ''نوافل'' کے ذریعے آخرت کی کامیابی کو ممکن بنانا چاہتے ہیں۔

کلمہ ایمان کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بنیادی فرائض ہیں۔ سب سے پہلے تو نماز ہی کا سوال کیا جائے گا۔ جس کی نماز صحیح نکل آئی، اس کے لیے پھر باقی معاملات شاید آسان کر دیے

جائیں۔ہم پانچ وقت کی ''فرض'' عبادت کونظرانداز کر کے چند مخصوص راتوں کی ''نفلی'' عبادت کونجات کا ذریعہ مان بیٹھے ہیں۔ ہمارے پرچہ کا وہ ضروری سوال جس کو لازمی حل کرنا ہے وہ فرض نماز کو صحیح طریقے سے مکمل آداب کے ساتھ ''قائم'' کرنا ہے۔''نفلی عبادات'' آپ کے درجات کی بلندی کا باعث ہیں، جبکہ ''فرض عبادات'' پر ہماری نجات منحصر ہے۔ جب ہمارے پاس جنت کی کنجی ہی نہ ہوگی تو درجات کی بلندی کا کیا سوال ہے۔

آج نمازی بھی ہمیں کثرت سے نظر آتے ہیں لیکن سورہ واقعہ میں ارشاد ربانی ہے کہ پچھلوں میں سے بہت کم لوگ جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ہماری نمازوں میں جو کمی ہے وہ قبول ہو بھی گئی تو بلندی درجات کا باعث نہیں بنے گی۔قرآن میں نماز کو ''ادا'' کرنے کے بجائے ''قائم'' کرنے کا حکم ملا ہے وہ بھی بغیر سُستی کے مقررہ وقت پر...... جبکہ ہماری اکثریت تو نماز کو بس ''پڑھنے'' کی عادی ہے۔

اسی طرح معاملہ باقی فرائض کا ہے، ہم جیسے تیسے انہیں بس پورا کرتے ہیں۔روزے رکھے لیکن بغیر اس کی روح کو پائے۔جس تقویٰ کے حصول کے لیے اللہ نے یہ عبادت فرض کی، وہ تو بس وقتی کیفیت تھی جو عید کا اعلان سنتے ہی بھاپ بن کر اُڑ گئی۔ حج اور زکوٰۃ کا حال بھی نماز روزے سے مختلف نہیں۔

امتحانِ دنیا میں فرض عبادات کے علاوہ اخلاقی اقدار کا سوال بھی ازحد اہمیت کا حامل ہے جو کہ ہم پر فرض ہیں۔اس اہمیت کو اگر سمجھنا ہو تو وہ حدیث سامنے رکھ لیجیے جس کے مفہوم کے مطابق روزِ قیامت نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسی عبادات کا ڈھیر ساتھ لانے والے شخص کو صرف اس بنا پر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا کہ مذکورہ شخص نے اخلاقی معاملات میں لاپرواہی برتی ہوگی، کسی کا جائز حق مارا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کی غیبت کی ہوگی، چغلی، فساد برپا کیا ہوگا، کسی کی دل آزاری

کی ہوگی...... الغرض اپنے پرچے کا حصہ عبادات توپُر کیا ہوگا لیکن حصہ اخلاقیات میں اپنی مرضی سے غلط جوابات درج کیے ہوں گے۔ انصاف کے تقاضے نبھاتے ہوئے اس شخص کی عبادات حقداروں میں تقسیم نیز ان کے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دیا جائے گا۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہی شخص ان کی امت میں سب سے بڑا مفلس ہوگا۔

قرآن کا مطلوب انسان بننا ہی ہمارے امتحان کا درست جواب ہے ۔اس کا عملی نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور قرآن پاک میں ہمارے لیے تا قیامت محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جنت اتنی سستی اور معمولی چیز تو ہرگز نہیں ہے کہ اللہ صرف ہماری خوش گمانیوں کی بنا پر ہمیں بخش دے گا۔ پرچہ ایک ہی ہے، اس کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ ایمانیات وعبادات، دوسرا حصہ اخلاقیات۔صحیح اور مکمل حل کریں گے تو ہی نجات پائیں گے ورنہ کوئی صورت نہیں۔

یہ تو بیان ہے ضروری سوالات کا......ان کو ٹھیک سے حل کریں، خود کو پاسنگ مارکس لینے کے قابل تو بنائیں ۔اس کے بعد جتنی چاہیں ، چھوٹی بڑی لاتعداد نیکیاں کرتے جائیں، اپنے درجات بلند کرنے یا دوسرے لفظوں میں اپنا گریڈ اے پلس میں شامل کروانے کے لیے اپنی ''ایکسٹرا شیٹس'' کو بھرتے جائیں۔ کیونکہ اللہ تو بے حد وحساب اجر دینے والا ہے۔اس کے ہاں تو انسان کا معمولی سا رائی کے دانہ کے برابر عمل بھی رائیگاں نہیں جاتا۔

پرچہ ابھی ہاتھ میں ہے، مہلتِ زندگی کب تک میسر ہے، اس کا علم نہیں۔سو جو فرض ہے اس کی مکمل طریقے سے ادائیگی کو ممکن بنایئے تاکہ کل کو'' کاش ! صرف ایکسٹرا پر انحصار کے بجائے ضروری سوالات ہی صحیح طریقے سے حل کر لیے ہوتے'' جیسی حسرت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اور حسرت بھی وہ جوابدی ہوگی۔

\-

ثمر عمیر

نعمت، شکر اور جواب دہی

کوا اڑتا ہوا سیدھا اپنے پنجوں پر بغیر کسی لرزش کے چھت کی کگر (کنارے) پر آ کر بیٹھ گیا۔ یہ روزمرہ دیکھا جانے والا ایک منظر تھا، مگر بصیرت والوں کے لیے اس انتہائی ہموار لینڈنگ میں خدا کی غیر معمولی انجینئرنگ کا ایک مشاہدہ پوشیدہ تھا۔ کوے کی نظر نے اس کی تیز رفتاری کے باوجود جس جگہ پر پنجے رکھنے تھے، ٹھیک اسی مقام کا احاطہ کرلیا اور بغیر کسی لغزش کے اس کے قدم وہیں جم گئے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے شاندار ہوائی جہاز اتنے سارے اہتمام اور زمینی رابطوں کے باوجود تباہی کی داستانیں رقم کرتے رہتے ہیں۔ انسانی تخلیق مکمل حساب کتاب، مشینی درستی اور خود کار نظام کے باوجود اکثر حادثات کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود ہم کائنات میں چارسو پھیلی چھوٹی بڑی خدائی تخلیقات میں عیاں غیر معمولی صناعی کو دریافت کر کے خالق کائنات کو داد دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

بیسویں صدی کی غیر معمولی ترقی، حیرت انگیز دریافتوں اور ایجادات کا مزہ چکھنے کے باوجود کم ظرف انسان خدا کی عظمت کا اعتراف کرنے، اس کی حمد و ثنا کے نغمے بکھیرنے سے غافل اور اپنی محدود اور فانی دنیا میں مگن رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اس سوچ سے عاری ہے کہ جن نعمتوں میں اس کے صبح و شام گزرتے ہیں، اسے ایک دن ان نعمتوں کا حساب بھی دینا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ جب ہر چیز با مقصد اور حکمت کے تحت پیدا کی گئی ہے اور اس کا اصل فائدہ بھی انسان ہی اٹھا رہا ہے تو منطقی لحاظ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسے جواب تو دینا ہوگا۔ لہٰذا غفلت کی نیند سونے کے بجائے ہمیں خدا کے حضور نعمتوں کا شکرانہ پیش کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا اور دنیا سے آگے بڑھ کر آخرت کی جواب دہی کے احساس میں جینا ہوگا۔

فرح رضوان

ایک اچھی ساس کے کچھ اجزائے ترکیبی

(آخری حصہ)

کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خاتون اپنے نجی حالات کی تپش میں پہلے ہی سلگ رہی ہوتی ہے کہ زندگی کے اگلے باب میں بہو یا داماد اپنی ساس کے لیے مزید دو آتشہ ثابت ہوتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں۔ وجہ کچھ بھی ہو لیکن اس موڑ پر جہاں کوئی سننے سمجھنے کو تیار ہی نہ ہو اور تمام تر کوتاہیوں سمیت نڈر بے باک، گستاخ بھی ہو تو کیا کیا جائے؟

سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ صورتحال کس حد تک سنگین ہے؟ کیونکہ یہ بھی ہمارے معاشرے کا ایک سیاہ رخ ہے کہ فون یا انٹرنیٹ کی خفیہ دوستیوں کے بعد شادی کی صورت میں بعض اوقات ایسے نتائج سامنے آئے کہ معلوم ہوا کہ گھر آنے والی بہو اور اس کے میکے والوں کی پشت پر انتہائی خطرناک لوگ موجود ہیں۔ تو وہی لڑکی جس پر کل تک محبت کے نشے میں مدہوش لڑکا جان وارنے کو تلا بیٹھا تھا، آج ہوش ٹھکانے آنے پر لڑکی سے جان چھڑانا قریباً ناممکن ہو گیا کہ اپنی زندگی اور گھر میں موجود بہنیں آخر کسے پیاری نہیں ہوتیں؟ اس صورتحال میں تو سوائے صبر، استغفار اور پروردگار سے عافیت مانگنے کے کوئی چارہ رہ ہی نہیں جاتا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ آپ شرافت کے سبب جیسے کو تیسا نہ بھی جواب دیں لیکن دوسروں کو بہو یا داماد کی شکایتوں کی داستان سناتی رہیں۔ لوگ اسے خوب کان لگا کر سنیں اور آپ کے دکھ کو آپ کو اس قدر محسوس کرائیں کہ پھر آپ احساس غم میں مبتلا ہو کر آخر کار بیمار ہو جائیں۔ اگر اس حکمت عملی کا نتیجہ دیکھیں کہ کیا کھویا کیا پایا تو یہ سراسر حکمت سے عاری عمل نظر آتا ہے۔ کیونکہ داماد یا بہو یا کسی کی بھی غیبت کر کے؛ محنت سے کی گئی ڈھیروں نیکیاں اور ساتھ میں صحت جیسی

نعمت کو گنوا ڈالا جاتا ہے۔ ساتھ ہی انمول، نایاب اور قیمتی وقت جس میں نہ جانے کتنے ہی مثبت کام ہو سکتے تھے، وہ بھی ضائع ہوتا ہے۔

تیسرا راستہ بظاہر آسان اور پرسکون لیکن حقیقت میں بہت بڑی آزمائش اور سراسر آخرت کے گھاٹے پر مبنی سودا ہے، یعنی کثرت سے بے سند وظائف، عاملوں کے عمل، درگاہوں پر شرک، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور مَنّتیں مان کر اپنی مشکلات کا حل تلاش کرنا۔ عین ممکن ہے کہ اسلام کے نام پر یہ غیر اسلامی کام کسی انسان کو وقتی یا نفسیاتی طور پر کارآمد لگیں، لیکن اصلاً اور دائماً یہ محض ناکامی و نامرادی خرید لینا ہے۔

چوتھا راستہ ''اختیاری'' صبر کا ہے، یعنی آپ کو پہلی صورتحال کی مانند کسی سے بھی، جان و مال یا اہل و عیال کی عزت کا خطرہ نہیں، لیکن آپ دوسری اور تیسری صورت کی طرح سراسر گھاٹے کے سودے سے محفوظ رہنے کا ارادہ کر چکی ہیں تو درج ذیل تین عناصر پر مشتمل راستہ اختیار کریں۔

اول نمبر پر نماز وہ نماز جسے بس پڑھ ہی نہ لیا جائے بلکہ قائم کیا جائے، جس میں خدا کی یاد ہو۔ یہ نماز آپ کو خدا پر توکل سکھائے گی۔ دوسرا ہے صبر یعنی صورتحال کو پورے حوصلے سے برداشت کیا جائے۔ مایوسی کو قریب نہ آنے دیا جائے اور تیسرا عنصر ہے مثبت مصروفیت۔ کتنی مصروفیت؟ کم از کم اتنی تو ضرور کہ پھر آپ کو کسی بھی شخص کے برے رویے پر کڑھتے رہنے کا وقت ہی نہ مل سکے۔

یہ وہ راستہ ہے جو تھوڑے ہی عرصے میں خدا کی مدد اور رحمت کو آپ کی طرف متوجہ کر دے گا اور زندگی کی ہر مشکل صورتحال آپ کے لیے بہت سہل و آسان ہو جائے گی۔

ابویحییٰ

مضامین قرآن (44)

دعوت کے ردوقبول کے نتائج: آخرت کی دنیا

نفخ ثانی اور نئی دنیا کا آغاز

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ پہلے صور کے ساتھ ہی موجودہ دنیا ایک مکمل تباہی کا شکار ہوجائے گی۔اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا جس کے ساتھ زندگی کا دوبارہ آغاز ہوگا۔ تاہم ان دوصوروں کے درمیان ایک طویل عرصہ گزرے گا جس کی مدت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔قرآن مجید کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں موجودہ زمین وآسمان کی ہئیت بدل کر کچھ سے کچھ کردی جائے گی۔اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ موجودہ زمین پانچ ارب سال قبل تک موجود ہی نہیں تھی۔پھر اس کے بعد خلا میں بکھرے ہوئے ملبے سے موجودہ زمین وجود میں آئی اور رفتہ رفتہ اس انتہائی خوبصورت، تروتازہ، سرسبز وشاداب اور زندگی کے لیے مکمل موزوں کرہ ارض میں تبدیل ہوگئی جسے آج ہم اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔جدید سائنس کے مطابق یہ پورا عمل کم وبیش ساڑھے چار ارب سال میں جا کر پورا ہوا ہے۔

محسوس یہ ہوتا ہے کہ اس وقفے کے درمیانی عرصے میں موجودہ زمین کو بدل کر اسے ایک بہتر شکل میں لایا جائے گا۔جبکہ باقی کائنات میں بھی یہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کائنات کو بھی اس قابل بنایا جائے گا کہ یہ سزا جزا کا وہ مقام بن سکے جس کا کچھ ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔جب یہ عمل پورا ہوجائے گا تو دوسرا صور پھونک دیا جائے گا۔پچھلے صور کے برعکس جو موت کا

اعلان عام تھا، یہ صور مردوں میں زندگی کی روح پھونک دے گا اور لوگ اپنی قبروں سے نکل نکل کر خداوند قدوس کے حضور پیش ہونا شروع ہو جائیں گے۔ مردوں کے قبر سے جی اٹھنے کا یہی وہ عمل ہے جس کی بنا پر اس دن کو یوم القیامۃ کہا گیا ہے۔ گرچہ اس کے دیگر بہت سے نام بھی قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ جیسے یوم الحشر، یوم الحساب، یوم الدین اور یوم النشور وغیرہ۔

ابدی سزا و جزا کا دن

یہ وہ دن ہے جس کی جزا کا وعدہ اور جس کی سزا کی وعید ہر دور میں انبیا علیھم السلام کرتے چلے آرہے تھے۔ یہ وہ دن ہے جب انسانیت انبیا علیھم السلام کی پیش کردہ دعوت کو قبول کرنے کی بہترین جزا اور اسے رد کرنے کی سزا کا سامنا کرے گی۔ یہ وہ دن ہے جب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان اپنے پروردگار کے حضور سزا و جزا کے لیے پیش کیے جائیں گے۔ اس دن کی جو خصوصیات قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں وہ اس طرح ہیں۔

اس دن کے آغاز پر صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکل آئیں گے، اس طرح کہ انسانوں کی پور پور درست کی جا چکی ہوگی۔ برزخ کے برعکس اس زندگی میں موجودہ دنیا کی طرح انسان روح اور جسم دونوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ایک پکارنے والا منادی کرے گا اور لوگ بغیر کسی مزاحمت کے اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کے حضور حساب کتاب کے لیے جا پہنچیں گے۔

اس روز زمین و آسمان مکمل طور پر بدلے ہوئے ہوں گے۔ زمین کو ایک ہموار میدان بنا دیا جائے گا۔ پہاڑ اور ٹیلے ختم ہو چکے ہوں گے اور زمین صفا چٹ ہو چکی ہوگی۔ چاند گہنا چکا ہوگا اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ آسمان سرخ ہو چکا ہوگا۔

خدا کے نافرمانوں اور مجرموں کے لیے یہ دن بڑی پریشانی کا ہوگا۔ کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے۔ اس دن کا ہول بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس کا شر ہر چیز کا احاطہ کر لے گا۔ مجرم خدا کے غضب اور اس کی جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ جس کے بعد ہر ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ دوست دوست کو نہیں پوچھے گا۔ انسان اپنے قریب ترین رشتوں والدین، اولاد، بیوی اور کنبے قبیلے سب کو بھول جائے گا۔ اس روز ساری دنیا کی دولت، دوستی، سفارش، فدیہ اور تاوان کچھ بھی انسان کے کام نہیں آ سکے گا۔

لیکن دوسری طرف دنیا کے امتحان کی بازی کو ایمان و عمل صالح کی مدد سے جیتنے والے اس دن کے شر اور مصیبت سے بچا لیے جائیں گے۔ وہ اٹھیں گے تو فرشتے ان کا خیر مقدم کریں گے اور وہ اس دن پیش آنے والی ہر گھبراہٹ اور پریشانی سے مامون رکھے جائیں گے۔ وہ جہنم سے نہ صرف دور رکھے جائیں گے بلکہ اس کی آہٹ تک نہ سنیں گے بلکہ ان کا بدلہ یعنی جنت ان کے قریب لے آئی جائے گی تا کہ اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

اس کے بعد خدا کی عدالت لگے گی۔ زمین خدا کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ نامہ اعمال پیش ہوں گے۔ انبیا اور شہدا گواہی دیں گے۔ ہر شخص کو فرشتوں کی ہمراہی میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ خدا کے حضور پیش کر دیا جائے گا۔ رائی کے دانے برابر بھی کوئی نیکی یا برائی کسی نے نہ کی ہوگی مگر وہ اسے دیکھ لے گا۔ زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور ہر چھوٹا بڑا عمل انسان اپنے نامہ اعمال میں لکھا ہوا پائے گا۔ کوئی شخص اگر اپنے جرائم کا منکر ہوا تو اس کا منہ بند کر کے اس کے ہاتھ پاؤں اور جلد سے اس کے خلاف گواہی دلوائی جائے گی۔ پھر خدائی انصاف کے پیمانے میں اعمال کی تول ہوگی۔ مجرموں کی تول ہلکی ہی نکلے گی جس کے بعد ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں پکڑا کر فرشتوں کے حوالے کر دیا جائے گا کہ انھیں جہنم رسید کر دیا جائے۔

جبکہ کامیاب لوگوں کے اعمال نیکیوں کے پلڑے میں بھاری ثابت ہوں گے۔ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔اسی مناسبت سے انہیں اصحاب الیمین کہا جاتا ہے۔جنت کی ابدی بادشاہی ان کا مقدر ہوگی۔ان کامیاب لوگوں میں سے کچھ لوگ وہ ہوں گے جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تھے۔ایسے لوگ اعلیٰ ترین درجات کے مستحق ہوں گے اور خدا کی قربت کے حقدار ہوں گے۔

انسانیت کو انہی تین گروہوں میں یعنی اصحاب الیمین ،اصحاب الشمال اور سابقون میں تقسیم کردیا جائے گا۔اس موقع پر کامیاب اہل ایمان نہال ہورہے ہوں گے اور نامراد مجرم ایک دوسرے پر لعنت ملامت اور تبرا بازی کررہے ہوں گے۔ایک دوسرے پر لعنت اور پھٹکار کا یہ سلسلہ جہنم میں پھینکے جانے کے بعد بھی جاری رہے گا اور یہ بجائے خود ایک عذاب ہوگا۔

حساب کتاب کے بعد اہل جنت اور اہل جہنم کو گروہ در گروہ ان کی ابدی منزل کی طرف لے جایا جائے گا۔اہل جہنم کو وہاں پر متعین فرشتے ان کی غفلت پر طعنے دے کر ان کا پچھتاوہ اور ان کا غم اور بڑھائیں گے۔جبکہ اہل جنت کو وہاں متعین فرشتے سلام ومبارک کہہ کر ان کا استقبال کریں گے اور جنت میں ابدی قیام کی خوشخبری کے ساتھ انہیں جنت میں داخلے کی خوشخبری سنائیں گے۔

یہ تمام فیصلے انتہائی درجے کے عدل وانصاف اور رحمت وکرم کے فیصلے ہوں گے۔اُس روز انسانوں کو اپنے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ ہر معاملے کی حقیقت کھول دی جائے گی۔ ہر مصلحت سے پردہ اٹھادیا جائے گا۔عرش الٰہی کے گرد فرشتے ہر فیصلے پر خدا کی حمد کے نغمے گائیں گے اور پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ ساری حمد اور سارا شکر اللہ رب العزت کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

قرآنی بیانات

''جس دن صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو اس دن ہم اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ خوف کے مارے ان کی آنکھیں نیلی پڑی ہوں گی۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ بس تم دس دن رہے ہوگے! ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب کہ ان میں جو سب سے بڑا لال بجھکڑ ہوگا کہے گا کہ بس زیادہ سے زیادہ ایک دن تم ٹھہرے ہوگے۔ اور وہ تم سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ میرا رب ان کو گرد وغبار کی طرح اڑا دے گا اور زمین کو بالکل صفا چٹ چھوڑ دے گا۔ نہ تم اس میں کوئی کجی دیکھو گے اور نہ کوئی بلندہ۔ اس دن سب پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے۔ مجال نہیں کہ ذرا اس سے کج ہوسکیں اور ساری آوازیں خدائے رحمان کے آگے پست ہو جائیں گی، بس تم صرف کانا پھوسی ہی سنو گے۔ اس دن شفاعت نفع نہ دے گی الا آنکہ خدائے رحمان جس کو اجازت دے اور جس کے لیے کوئی بات کہنے کو پسند کرے۔ وہ ان کے آگے اور ان کے پیچھے جو کچھ ہے سب سے باخبر ہے اور ان کا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ سب کے چہرے خدائے حی وقیوم کے حضور جھکے ہوئے ہوں گے اور جو کسی شرک کا مرتکب ہوا وہ نامراد ہوا۔ اور جو نیک اعمال کرے گا اور وہ مومن بھی ہے تو اس کو نہ کسی حق تلفی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا۔'' (طہ 20 :112-102)

''اور صور پھونکا جائے گا تو وہ دفعتہً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔'' (یٰس 36 :51)

''کیا انسان نے گمان کر رکھا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر پاویں گے! ہاں، ہم جمع کریں گے اس طرح کہ اس کے پور پور کو ٹھیک کر دیں گے۔ بلکہ انسان اپنے (ضمیر کے) آگے شرارت کرنا چاہتا ہے۔ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی؟ پس جب نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند گہنا جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے تو اس وقت انسان کہے گا کہ کہاں بھاگوں!...... ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں! اس دن تیرے رب ہی کی طرف ٹھکانا ہوگا۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔''

(القیامہ 75 :13-3)

''یہ (نیک اور صالح بندے) اپنی نذریں پوری کرتے اور اس دن سے ڈرتے رہے ہیں جس

کا ہول ہمہ گیر ہوگا۔‘‘ (الدھر 76 :7)

’’جو نیکی کے ساتھ حاضر ہوں گے تو ان کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن ہر گھبراہٹ سے مامون رہیں گے۔‘‘ (النمل 27 :89)

’’البتہ جن کے لیے اچھے انجام کا ہماری جانب سے وعدہ ہو چکا ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔ اور وہ اپنے من بھاتے عیش میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کو اس دن کی بڑی گھبراہٹ کا غم لاحق نہ ہوگا اور فرشتے ان کا خیر مقدم کریں گے، کہیں گے، یہ ہے آپ لوگوں کا وہ دن جس کا آپ لوگوں سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔‘‘

(الانبیا103-101)

’’اور جنت خدا ترسوں کے لیے قریب لائی جائے گی اور دوزخ گمراہوں کے لیے بے نقاب کی جائے گی۔‘‘ (الشعراء26 :91-90)

’’اور کوئی دوست بھی کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم تمنا کرے گا کہ کاش! اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی اور اپنے اس کنبہ کو جو اس کی پناہ رہا ہے اور تمام اہلِ زمین کو فدیہ میں دے کر اپنے کو بچا لے۔‘‘

(المعارج70 :14-10)

’’اے ایمان والو، جو کچھ ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سفارش نفع پہنچائے گی اور جو لوگ انکار کرنے والے ہیں اپنے اوپر اصلی ظلم ڈھانے والے وہی ہیں۔‘‘

(البقرہ2 :254)

’’اور صور پھونکا جائے تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو کے گر پڑیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا تو دفعتہً وہ کھڑے ہو کر تاکنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور رجسٹر رکھا جائے گا اور انبیاء اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر جان کو جو کچھ اس نے کیا ہوگا پورا کیا جائے گا۔ اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔‘‘ (الزمر 39 :70-68)

''اس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھے گا۔'' (الزلزال99 :8-6)

''جس دن وہ تم کو پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم بس تھوڑی ہی مدت رہے۔'' (بنی اسرائیل17 :52)

''اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے تو کسی جان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی کا رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو ہم اس کو موجود کردیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔'' (الانبیا21 :47)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو، پھر دیکھو، وہ موت کی جاں کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اس حال میں آ گیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔'' (ق21-18)

''تو جس کے پلے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند عیش میں ہوگا۔ اور جن کے پلے ہلکے ہوئے تو اس کا ٹھکانا کھڈ ہوگا۔ اور تم کیا سمجھے کہ وہ کیا ہے! دہکتی آگ!'' (القارعہ 101 :11-6)

''اور تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

ایک گروہ داہنے والوں کا ہوگا، تو کیا کہنے ہیں داہنے والوں کے! دوسرا گروہ بائیں والوں کا ہوگا، تو کیا حال ہوگا بائیں والوں کا! رہے سابقون، تو وہ تو سبقت کرنے والے ہی ہیں! وہی لوگ مقرب ہوں گے۔'' (الواقعہ 56 :11-7)

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم کو بتائیں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔'' (یٰس 36 :65)

''اس دن جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے سامنے ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔'' (النور 24 :24)

''اور جب وہ لوگ، جنھوں نے شرک کیا ہے، اپنے شریکوں کو دیکھیں گے، پکاریں گے کہ اے ہمارے رب یہی ہمارے وہ شرکاء ہیں جن کو ہم تجھے چھوڑ کر پکارتے رہے تو وہ ان پر بات

پھینک ماریں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔‘‘ (النحل16 :86)

’’اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس حاضر ہوں گے اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہی میں سے رسول تمہارے رب کی آیتیں سناتے اور اس دن کی ملاقات سے ڈراتے نہیں آئے! وہ کہیں گے ہاں، آئے تو سہی، پر کافروں پر کلمۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ کہا جائے گا، جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے متکبروں کا!

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے پاسبان ان سے کہیں گے، السلام علیکم، شاد رہو! پس اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ کے لیے اور وہ کہیں گے شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو ارضِ جنت کا وارث بنایا، ہم جنت میں جہاں چاہیں براجماں ہوں پس کیا ہی خوب صلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کا!

اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرشِ الٰہی کے گرد گھیرے ہوئے، اپنے رب کی تسبیح، اس کی حمد کے ساتھ کرتے ہوئے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ شکر کا سزاوار اللہ ہے، عالم کا خداوند!‘‘ (الزمر 39 :75-71)

لمبی قطار کی کوفت سے بچنا ہے تو
کریڈٹ لینے والوں کو چھوڑ کر
کام کرنے والوں کی قطار میں آ جائیں
یہاں بہت کم لوگ کھڑے ہوتے ہیں (ماخوذ)

مبشر نذیر

ترکی کا سفرنامہ (48)

ابن بطوطہ نے اب سے سات سو برس پہلے مسلمانوں کے جن شہروں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر اپنے طرز تعمیر کے اعتبار سے دنیا کے خوبصورت شہروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی سڑکیں کھلی ہوا کرتی تھیں۔ اس دور کے لحاظ سے بہترین شہری سہولتیں لوگوں کو فراہم کی جاتی تھیں۔ مسافروں کے لئے حکومت کی جانب سے سرائے وغیرہ بنادی جاتیں جن میں قیام وطعام کی سہولت مفت ہوا کرتی تھی۔ ہسپتال اور تعلیمی ادارے عوام کے لئے مفت ہوا کرتے تھے۔ دنیا بھر میں قاہرہ، بغداد، دمشق، بخارا اور دہلی کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اس دور کے یورپی لوگوں کے سفرنامے پڑھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہین لوگ مسلمانوں کے شہروں میں جا بسنے کی حسرت رکھا کرتے تھے۔

موجودہ دور میں یہ معاملہ الٹ ہو چکا ہے۔ اگر شہری سہولتوں کا جائزہ لیا جائے تو اب مسلم دنیا کے خاص طور پر بڑے شہروں کا شمار گندے شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہمارے لوگوں کی خواہش ہے کہ انہیں ٹورنٹو، لندن، نیویارک، پیرس، یا سنگاپور میں رہنے کا موقع ملے۔ اس کی بنیادی وجہ ہمارے ہاں تعمیری شعور کا فقدان ہے۔ ہمارے ہاں یہ شعور کم ہی پایا جاتا ہے کہ ہم جہاں رہیں، صفائی کا خیال رکھیں۔ سڑکوں اور گلیوں کو تجاوزات سے پاک رکھیں۔ ماحول میں دھویں اور شور کے ذریعے آلودگی پھیلانے سے گریز کریں۔ ترکی کے شہر اس معاملے میں مسلم دنیا کے باقی ممالک کے شہروں سے بہت بہتر نظر آ رہے تھے۔

سیواس شہر میں ایک مدرسہ بھی تھا جس کی تاریخ تعمیر 1271ء بیان کی جاتی ہے۔ یہ کم و بیش اسی دور کا تھا جب ارض روم کا مدرسہ تعمیر کیا گیا۔ افسوس کہ اس وقت مجھے اس کا علم نہ تھا جس کی وجہ سے ہم یہ مدرسہ نہ دیکھ سکے۔

تاریخ میں سیواس کی ایک اور وجہ شہرت تیمور لنگ اور عثمانیوں کے درمیان جنگ ہے۔ تیمور اگرچہ خود بھی نام کا مسلمان تھا مگر یہ وہ بادشاہ ہے جس نے ہندوستان سے لے کر ترکی تک خون کی ندیاں بہا دی تھیں۔ سلطان بایزید یلدرم کے دور میں اس نے ترکی پر یلغار کی۔ سیواس کے مقام پر اس کی جنگ بایزید کے بیٹے ارطغرل سے ہوئی۔ اس جنگ میں تیمور کو فتح ہوئی۔ اس جنگ میں تیمور نے چار ہزار ترک جنگی قیدی بنائے جنہیں اس کے حکم سے زندہ زمین میں دفن کر دیا گیا۔

اناطولیہ کی فتح

ارزنجان اور سیواس کے درمیان واقع پہاڑوں سے وہ دریا نکلتے ہیں جو جنوب میں جھیل الازغ میں پہنچتے ہیں۔ اس جھیل کے بعد یہ دریا دجلہ اور فرات کا نام اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وہ دریا ہیں جن کے کناروں پر چل کر مسلمانوں نے کئی مرحلوں میں اناطولیہ فتح کیا تھا۔ بہتر ہو گا کہ ہم اس مقام پر اس کی تفصیل بیان کرتے چلیں۔

عہد رسالت میں اناطولیہ کے زیادہ تر حصے پر رومیوں کی حکومت تھی۔ اس کے مشرقی حصے پر ایران کی ساسانی سلطنت کا قبضہ تھا۔ اس دور کی حکومتوں کا اصول یہ تھا کہ رعایا بادشاہ کے مذہب پر ہو گی۔ اگر کوئی شخص بادشاہ کے مذہب سے اختلاف کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔ یہ مذہبی آزادی کی بجائے مذہبی جبر (Persecution) کا دور تھا۔ اگر کبھی کوئی بادشاہ کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو اپنے علاقے میں رہنے کی اجازت بھی دے دیتا، تب بھی انہیں دوسرے درجے کے شہری ہی تصور کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالی نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم پر اتمام حجت کے بعد عرب اور اس کے گرد و نواح میں ایک ایسا خطہ قائم کرنے کا حکم دیا تھا جس میں ہر انسان کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرد و نواح کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت پیش کر دی تھی۔ ان بادشاہوں میں سے صرف حبشہ کے بادشاہ نجاشی

رضی اللہ عنہ ایسے حکمران تھے جو ایمان لا سکے تھے۔

انسانوں کو مذہبی آزادی دلانے کے اس خدائی مشن کو پورا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ راشد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وقت کی دو سپر پاورز روم اور ایران کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران کی سلطنت مکمل طور پر ختم ہو گئی اور یہاں کے باشندوں کو مکمل مذہبی آزادی نصیب ہو گئی۔ آپ ہی کے دور میں روم کی بازنطینی حکومت کو شام، فلسطین اور مصر میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ عراق اور شام پر ایک مستحکم حکومت قائم کرنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے باقی ماندہ علاقوں کی طرف توجہ دی۔

اناطولیہ پر مسلمانوں نے دو طرف سے یلغار کی۔ ایک طرف تو عراق میں مسلمان دجلہ اور فرات کے بہاؤ کے مخالف اوپر کی جانب بڑھنے لگے۔ دوسری طرف شام سے شمال میں یلغار کا آغاز کیا گیا۔ اس زمانے میں عرب دجلہ و فرات کے شمالی حصے کے درمیانی علاقے کو "الجزیرہ" کہا کرتے تھے۔ اس لشکر کی قیادت سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے یہ پورا علاقہ فتح کر لیا جس میں موجودہ ترکی کے شہر دیار بکر اور سان عرفہ شامل تھے۔ ان کی فوجیں شمال میں سفر کرتے کرتے ارزنجان تک پہنچ گئیں جو بغیر کسی جنگ کے فتح ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی پوری توجہ مشرق کی طرف ہو گئی جس کے نتیجے میں آرمینیا اور آذربائیجان کے جنوبی علاقے فتح ہوئے۔

جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر بنے تو انہوں نے ایک مہم مشرقی ترکی کی طرف روانہ کی۔ اس مہم کے دوران مسلم افواج فرات کے مغربی کنارے کے شہر غازی انٹیپ اور ملاطیہ کو فتح کرتے ہوئے ارض روم تک جا پہنچیں۔ یہاں عراق سے آنے والی افواج ان میں مل گئیں۔ اس کے بعد ان افواج نے شمالی آرمینیا کو فتح کر لیا۔ ان فتوحات کے نتیجے میں اناطولیہ کا 30% حصہ مسلمانوں کے پاس آ گیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں رومی افواج نے حملہ کر کے آرمینیا واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انتظامی

اعتبار سے اعلی صلاحیتوں کے حامل تھے۔آپ کی روانہ کردہ افواج نے ترابزن تک کا علاقہ فتح کرلیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے بحری فوج قائم کرنے کی اجازت طلب کی مگر مناسب سہولتوں کی عدم فراہمی کے باعث آپ نے یہ اجازت دینے سے انکار کردیا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک زبردست بحری فوج تیار کی اور بحیرہ روم کے ان جزیروں کو فتح کرنا شروع کردیا جو اس وقت رومن ایمپائر کے قبضے میں تھے۔ان میں جزیرہ قبرص (Cyprus) اور روڈس سب سے اہم تھے۔

اناطولیہ کے باقی حصے میں خلافت راشدہ کے دور میں مسلمان نہ پہنچ سکے تھے البتہ قیصر روم کے مرکزی شہر قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) پر انہوں نے کئی مرتبہ یلغار کی۔پہلی یلغار عہد عثمانی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی۔اس جنگ میں مسلمان بحری راستے سے قسطنطنیہ پہنچے۔ان مہمات میں قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا۔اس کے بعد بنو امیہ کے دور کی فتوحات میں زیادہ تر زور اسی پر رہا کہ قسطنطنیہ فتح کیا جا سکے۔مسلمانوں نے بالعموم اناطولیہ کے اندرونی علاقے کو نظر انداز کر دیا۔اس مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔بعض ساحلی شہر مسلمانوں کے قبضے میں آتے اور نکلتے رہے۔ترکی کو چھوڑ کر اس کے بعد یونان اور اٹلی کے بعض علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔اٹلی کا جزیرہ سسلی ایک طویل عرصے تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔

اس کے تین چار سو سال بعد سلجوقیوں نے اناطولیہ کا اکثر حصہ فتح کرلیا مگر یہ بھی قسطنطنیہ فتح نہ کر سکے۔بعد میں جب انہیں عثمانی ترکوں سے شکست ہوئی تو ترکی پر عثمانیوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔بالآخر عثمانی بادشاہ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کر کے پورے اناطولیہ پر مسلم حکومت قائم کردی۔

پروین سلطانہ حنا

بیگانگی

جس نے انجان نگاہوں سے مجھے دیکھا ہے
وہ کوئی اور نہیں ہے میرا اپنا ہی تو ہے
تنگ ہے اس کا مکاں تنگئی داماں کی طرح
جس میں اپنوں کے لئے کوئی پناہ گاہ ہی نہیں
اور میرا دل ہے وسیع، وسعتِ صحرا کی طرح
جس میں بے لوث محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
اس کو دیکھا ہے تو بھر آئی ہیں آنکھیں میری
اور بے ساختہ ہونٹوں پہ دعا آئی ہے
وہ جہاں بھی رہے، خوش بخت رہے، زندہ رہے
اس کی قسمت کا ستارا، صدا تابندہ رہے

ابویحییٰ کی کتابیں

آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ

حکمت کی باتیں

حکمت کی وہ باتیں جو دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہیں

ملاقات

اہم علمی، اصلاحی، اجتماعی معاملات پر ابویحییٰ کی ایک نئی فکرانگیز کتاب

کھول آنکھ زمین دیکھ

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

قسم اس وقت کی

ابویحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' کا دوسرا حصہ

Please visit this link to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

To get Abu Yahya Quotes Join us on twitter:

Twitter ID: @AbuYahya_inzaar

To read Abu Yahya articles regularly Join us on Facebook

Abu Yahya Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Abu Yahya Account: www.facebook.com/abuyahya.jzsh

Join us on Youtube

Search inzaar on YouTube to see our audios and lectures

To get monthly books, CDs/USB and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Paksitan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit

www.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to globalinzaar1@gmail.com

Following material in audio form is available on USB/CD:

Quran Course by Abu Yahya

Quran Translation and Summary by Abu Yahya

Islahi Articles

Jab Zindagi Shuru Hogi (book)

Qasam Us Waqt Ki (book)

Aakhri Jang (book)

Monthly
INZAAR

NOV 2017
Vol. 05, No. 11
Regd. No. MC-1380

Publisher: Rehan Ahmed Printers: The Sami Sons Printers,

25-Ibrahim Mansion, Mill Street, Pakistan Chowk, Karachi

ابویحییٰ کی دیگر کتابیں

’’ملاقات‘‘

اہم علمی، اصلاحی اجتماعی معاملات پر ابویحییٰ کی ایک نئی فکر انگیز کتاب

’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

’’قسم اُس وقت کی‘‘

ابویحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب ’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ کا دوسرا حصہ

‘‘When Life Begins’’

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab ZindagiShuruHo Gee

’’کھول آنکھ زمیں دیکھ‘‘

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

’’بس یہی دل‘‘

دل کو چھو لینے والے مضامین ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

’’تیسری روشنی‘‘

نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

’’حدیثِ دل‘‘

موثر انداز میں لکھے گئے علمی، فکری اور تذکیری مضامین کا مجموعہ

’’قرآن کا مطلوب انسان‘‘

قرآن کے الفاظ اور احادیث کی روشنی میں جانیے اللہ ہم سے کیا چاہتے ہیں